درد کے پیوند
عابدہ محبوب

درد کے پیوند

از:-

عابدہ محجوبؔ

حقوق	بہ حق مصنف محفوظ
اشاعت	فروری سنہ ۱۹۸۵ء
تعداد	ایک ہزار
خوش نویسی	اسد شمیم
ڈیزائن سرورق	ریحانہ آرٹسٹ
طباعت	اعجاز پرنٹنگ پریس
طباعت ٹائٹل	

قیمت: ۱۰ روپے

ملنے کا پتہ: حسامی بک ڈپو مچھلی کمان حیدرآباد ۵۰۰۰۰۲ اے پی

ناشر
ایاز پبلیشرز
۱/۲۴۰-۳-۱۹ مصری گنج حیدرآباد ۵۰۰۲۵۳
فون نمبر: ۵۲۲۹۴۴
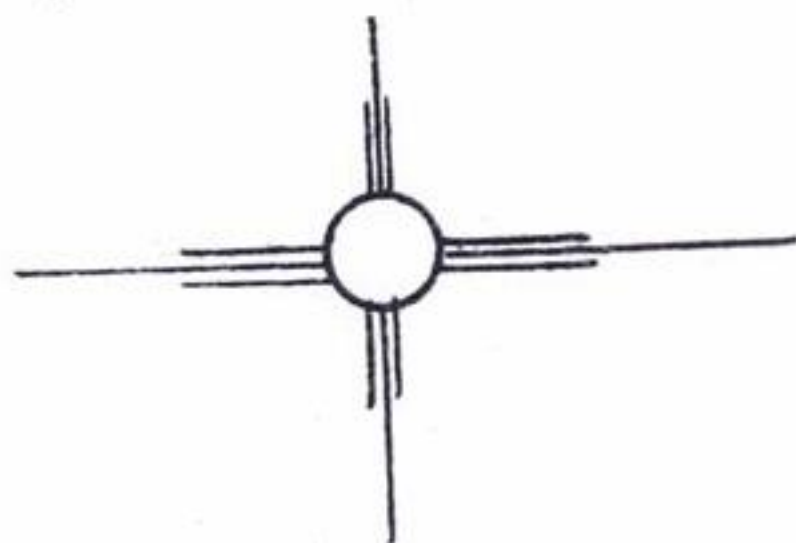
انتسابؒ

اپنے اکلوتے پیارے بھائیؑ
محمود علی خاں کے نام

جنھوں نے رسالہ "کھلونا" میں میری پہلی کہانی پڑھ کر مجھے
ایک ناول تحفہ میں دی تھی
اور اس پر لکھا تھا
"ننھی ادیبہ اور پیاری بہن عابدہ محبوب کے نام
جسے میں مستقبل میں اس سے بھی موٹی
ناول لکھتا دیکھ رہا ہوں!"

زندگی کیا کسی مفلس کی قبا ہے جس میں
ہر گھڑی درد کے پیوند لگے جاتے ہیں

(فیض احمد فیضؔ)

● "اردو گھر" (مغل پورہ) میں مشہور پاکستانی خوشنویس جناب صادقین صاحب نے میری گذارش پر میرا یہ پسندیدہ شعر لکھ کر مجھے عنایت کیا تھا۔

زندگی کسی مفلس کی قبا ہے جس میں
ہر گھڑی درد کے پیوند لگے جاتے ہیں
فیض احمد فیض

ساحل محبوب کے

صبا (رفقی) ۱۵/۳/۸۳ء
حیدرآباد (دکن)

دردِ جاوداں

"شریمتی اندرا گاندھی کا قاتلانہ حملہ سے انتقال"

"سکیوریٹی گارڈز میں شامل دو حملہ آوروں نے جن کے نام ستونت سنگھ اور بینت سنگھ بتائے جاتے ہیں اپنی ریوالور اور اسٹین گن سے وزیر اعظم پر گولیوں کی بوچھار کر دی۔ سولہ گولیاں لگنے سے سینہ و پیٹ چھلنی ہو گیا۔"

۳۱ر اکتوبر ۱۹۸۴ء
بروز چہار شنبہ
وقت: ۹ بجکر ۸ منٹ صبح

پہلا درد

میرے پسندیدہ ادیب جناب شفیق الرحمٰن صاحب نے اپنی کتاب "مزید حماقتیں" کا دیباچہ اس طرح لکھا ہے :

"یہ دستور ہے کہ کتاب خواہ کہیں بھی لکھی گئی ہو مصنف اگر ایک مرتبہ بھی ولایت گیا ہے تو دیباچہ ضرور لندن کا لکھا ہوا ہو گا۔ ان دنوں میں لندن میں مقیم ہوں اس لئے مجبور ہوں کہ اس روایت کو قائم رکھوں۔
ویسے میں کوئی خاص بات نہیں کہنا چاہتا سوائے اس کے کہ یہ دیباچہ ہے جسے میں نے لندن میں لکھا ہے۔"

مجھے دلی افسوس ہے کہ میں یہ روایت قائم نہ رکھ سکی۔

کسی مرد دانا نے کہا ہے "اپنی اجنبیت قائم رکھیے"۔ اس سے مراد ہے کہ کسی کو اپنے بارے میں سب کچھ نہ بتائیے۔ میرے خیال میں کوئی انسان اپنے بارے میں "سب کچھ" نہیں جانتا، دوسرے اس کے بارے میں "بہت کچھ" زیادہ اور بہتر جانتے ہیں، میں اپنے بارے میں جو کچھ جانتی ہوں وہ لکھ رہی ہوں۔

وطن : حیدرآباد

ولدیت : حکیم محبوب علی خاں ابن منصور مرحوم
سابق مہتمم و پرنسپل نظامیہ جنرل ہاسپٹل و طبیہ کالج یونانی (چارمینار)

والدہ صاحبہ : ہوگی کوئی جنّت میری جنّت تو ہی ہے

مذہب : دل میں تو ایمان ہے ویسے انسان ہوں

تعلیم : ایم۔اے، بی۔ایڈ (عثمانیہ)

پیشہ : درس و تدریس

ملازمت : گورنمنٹ گرلز جونیئر کالج حسینی علم حیدرآباد

مشاغل : مطالعہ و کہانیاں لکھنا۔ آج کل ادیب بننے کا جنون!

ادبی ماحول : ڈھیر ساری کتابوں، رسالوں اور بھائی بہنوں کے درمیان ملا۔
دوست : کم ہیں مگر نادان نہیں
دشمن : کاش کوئی دانا دشمن بن جائے۔
رہائش : بقول ساحر "رہنے کو گھر نہیں ہے سارا جہاں ہمارا"
جائداد منقولہ : ایک لڑکا
جائداد غیر منقولہ : سچائی کی قوت، خاندانی شرافت اور علم کی کچھ ریزگاری!
زندگی کا المیہ : ڈاکٹر بننے کی بجائے "قوم کے معمار" بننے کی تہمت لگ گئی۔
زندگی کی کامیڈی : میری شادی!
غمِ جاناں : بقول فیض "اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا"
غمِ دوراں : میں نے تین بار نوکری سے استعفیٰ دیا تھا اب نوکری مجھے استعفیٰ دے گی۔
بیماری : حساس پن
پسندیدہ کھیل : سیاسی کھیل کو چھوڑ کر سب کھیل پسند ہیں!
پسندیدہ رنگ : صرف دو رنگی پسند نہیں ہے!
پسندیدہ ڈش : جو کسب حلال سے بنی ہو
نصب العین : بقول ساحر "جو مل گیا اسی کو مقدر سمجھ لیا
جو کھو گیا میں اسکو بھلاتا چلا گیا"

یادگار لمحہ : جب امن عالم کے پیامبر آنجہانی چاچا نہرو لال بہادر اسٹیڈیم میں اسکول کے طلباء و طالبات کو مسکرا کر دیکھ رہے تھے!

زندگی : بقول شاعر حسن کمال ؎

میں زندگی کو کوئی نام دینے والا تھا
بہت تلاش کی نکلا تو تشنگی نکلا

موت : موت برحق ہے مگر اس کا انجام پوسٹ مارٹم نہیں ہونا چاہیئے!

دُنیا : ؎ مل جائے تو مٹی ہے کھو جائے تو سونا ہے

○

ابتدائے درد

فروری ۱۹۶۱ء کی بات ہے تب میں نے جناب سعادت حسن منٹو مرحوم کی ایک کتاب "سیاہ حاشیئے" پڑھی تھی اس کتاب میں مرحوم نے ملک کی تقسیم کے فوری بعد ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات پر مختصر و جامع کہانیاں لکھی ہیں۔ چند کہانیوں کو چھوڑ کر تقریباً تمام کہانیاں چاول کے دانے پر کلمہ طیب لکھنے کے مصداق ہیں۔ بعض کہانیاں تو غزل کے شعر کے دو مصرعوں کی طرح صرف ۲ جملوں پر ختم ہیں۔ ان تمام کہانیوں نے مجھے بڑا متاثر کیا تھا خصوصاً جیلی۔ رعایت۔ جوتا۔ آرام کی ضرورت۔ تعاون تقسیم اور بے خبری کا فائدہ وغیرہ۔

سچ پوچھئے تو ان چوبیس برسوں میں منٹو مرحوم کی کتاب میرے دل و دماغ پر ہمیشہ طاری رہی۔ بنگال، آسام، بہار، گجرات، احمد آباد، مراد آباد، جمشید پور، علی گڈھ، جموں و کشمیر پنجاب اور بمبئی میں جب بھی فسادات ہوئے "سیاہ حاشیئے" کی سیاہیاں میرے ذہن پر لگتی گئیں گویا منٹو مرحوم نے "سیاہ حاشیئے" لکھ کر "دردِ جاریہ" لٹا دیا تھا!

پھر وہ منحوس گھڑی بھی آگئی جب میرا پیارا وطن، میرا خوبصورت شہر، گنگا جمنی تہذیب

کا مرکز، بھارت کا دل، فرخندہ بنیاد حیدرآباد بھی فسادات کی لپیٹ میں آگیا۔ اس کی شروعات ۱۹۶۹ء سے ہوئیں۔ مگر یہ چنگاری ۸، ۱۹۷ء میں رمیزہ بی کے واقعہ کے بعد ایسی بھڑکی کہ اب ہر طرف آگ ہی آگ ہے۔ اس آگ کو ہوا دینے والے چند فرقہ پرست عناصر ہیں جن کے آگے نہ صرف تمام شہری بلکہ بڑے بڑے سیاستداں، وزراء، امراء اور پولیس بھی لاچار نظر آتی ہے۔

فسادات کی خبریں اخبار میں پڑھنے اور انھیں خود دیکھنے میں روحانی اذیت کا جو فرق ہے اسی فرق نے مجھ سے "درد کے پیوند" لکھوایا ہے۔ اس کے سوا حیدرآباد سے میرا تعلق پیدائش سے ہے اسی لئے بھی شاید میں ان فسادات سے بے تعلق نہ رہ سکی۔ میری ان کہانیوں کی بنیاد سچائی اور تلخ حقائق پر ہے۔ کہیں کہیں آپکو ؎

"زخمی جگر کے ٹانکے ٹوٹے ہنسی ہنسی میں"

والی کیفیت بھی ملے گی۔ اس کیفیت کے پس پردہ بقول جگر ؎

"ہر تبسم پر جراحت کا گماں ہوتا ہے"

کی تصویر ملے گی۔ لیکن ایک بات مسلّم ہے کہ ان کہانیوں کو پڑھکر آپ کے دل میں ظالم کے لئے شدید نفرت اور بے گناہ مظلوم کے لئے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوگا۔ ان آنسوؤں کی نمی کو بھی آپ محسوس کریں گے جنھوں نے ان بدترین فسادات میں زبردست جانی اور مالی نقصانات اٹھائے ہیں۔ آپ یہ بھی محسوس کریں گے کہ آج کا ہر بے گناہ اور امن پسند شہری (بلالحاظ مذہب وملت) کس قدر صبر آزما ذہنی و روحانی کشمکش کی زندگی سے دوچار ہے!

موت کا وقت مقرر ہے۔ کب، کہاں اور کیسے ہوگی وہ بھی اٹل ہے۔ مگر فسادات

ہیں جب بھی چاقو زنی سے کوئی موت ہوئی تو میں نے ہمیشہ یہ ہی محسوس کیا کہ مرنے والا طبعی موت نہیں مرا بلکہ اسکو زبردستی مار دیا گیا وہ تو اور جی سکتا تھا! فسادات کے دنوں جن گھروں سے معصوم و بے گناہوں کی میت یا ارتھی اٹھی ہے ان کے دلوں کا حال بس وہی جانتے ہیں یا اوپر والا۔

منٹو مرحوم کی ہر کہانی اپنی جگہ شاہکار ہے۔ بقول جناب محمد حسن عسکری "فسادات کے متعلق جتنا بھی لکھا گیا ہے اس میں اگر کوئی چیز انسانی دستاویزات کہلانے کی مستحق ہے تو یہ افسانے ہیں۔"

مجھے اعتراف ہے کہ میں نے اپنی کہانیاں منٹو مرحوم کے اسلوب میں لکھنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کوشش میں نے منٹو مرحوم کی "برابری" (جو نا ممکن بات ہے) کے لئے نہیں کی بلکہ اس درد کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے کی ہے جو پچھلے چوبیس سال سے میرے دل و دماغ پر مسلط ہے!

یہ تمام کہانیاں میں نے ۲۷ جولائی ۱۹۸۴ء تا ۷ اگست ۱۹۸۴ء یعنی صرف بارہ دنوں میں لکھی ہیں۔ آخری چند کہانیاں بعد میں لکھی ہیں۔

بہر حال میری کہانیاں نہ صرف حیدر آباد بلکہ ملک کی تمام ریاستوں کے فسادات کی عکاسی کرتی ہیں! منٹو مرحوم نے فسادات کے قتل (خون) اور لوٹ مار پر کہانیاں لکھی ہیں میں نے فسادات کی ابتدا سے امن کمیٹیوں کے قیام تک کی کہانیاں لکھی ہیں اور اس ماحول کو پیش کیا ہے جو فسادات کے دوران شہر میں پیدا ہو جاتا ہے۔

ایک ضروری بات بھی آپ کو بتلا دوں کہ سیاست یا صحافت سے میری واقفیت اخبار بینی کی حد تک ہے جو کسی پارٹی بلا لحاظ مذہب و ملت عوام کو خصوصاً کمزور

طبقات کو) روٹی کپڑا اور مکان اور طبی امداد دے ان کی جان و مال کی حفاظت کرے وہی میری پارٹی ہے۔ میں ان تمام اصحاب کی مشکور ہوں جنھوں نے اپنی قیمتی رائے سے مجھے نوازا۔

جناب م۔ ع۔ علوی صاحب نے باوجود اپنی علالت کے میری تصنیف پڑھنے کی زحمت فرمائی اور مجھے مشفقانہ مشوروں کے ساتھ ساتھ اپنی قیمتی رائے سے بھی نوازا۔ جناب سید شمشیر علی صاحب پرنسپل گورنمنٹ گرلز جونیر کالج حسینی علم نے باوجود اپنی گوناگوں مصروفیات کے میری تصنیف کے لئے اپنا قیمتی وقت نکالا اور مجھے اپنی بے باک رائے سے سرفراز فرمایا۔ جناب نقی تنویر صاحب (ممتاز تنقید نگار و صحافی مقیم لندن) نے بھی اپنی انتہائی مصروفیات کے باوجود "درد کے پیوند" پر اپنے قیمتی خیالات کا اظہار کیا۔ محترمہ آر بانو صاحبہ کی بھی مشکور ہوں جنھوں نے اپنی قیمتی رائے کا اظہار کیا۔ میں جناب محمود انصاری کی بھی مشکور ہوں کہ انھوں نے بھی اپنی رائے تحریر کی۔

حرف آخر یہ کہ اگر قارئین نے حقیقتاً میری ہمت افزائی کی تو سمجھوں گی کہ بارہ برس کے "بن باس" کے بعد دوبارہ قلم ہاتھ میں پکڑ کر میں نے غلطی نہیں کی۔ ورنہ بقول رشید احمد صدیقی مرحوم "اردو کی خدمت یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ جو لوگ اس کے اہل نہ ہوں وہ اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیں۔!"

عابدہ محبوب

۲۰ ستمبر ۱۹۸۴ء

مکان نمبر ۱/۱۶ /۱۷-۱۱-۱۶

سلیم نگر کالونی نمبر ۱ حیدر آباد ۳۶...۵۰۰

دردناک تفاق

"سیاہ حاشیے" میں منٹو مرحوم نے ایک حاشیہ یوں لکھا ہے:

"ساعت شیریں"

"اطلاع موصول ہوئی ہے کہ مہاتما گاندھی کی موت پر اظہار مسرت کے لئے امرتسر، گوالیار اور بمبئی میں کئی جگہ لوگوں میں شیرینی بانٹی گئی۔" (ا۔پ)

میرے وہم و گمان میں نہ تھا کہ ان کہانیوں کے ساتھ مجھے "درد جاوداں" کو بھی شامل کرنا پڑے گا اور ۳۱ نومبر ۱۹۸۴ء کو بی بی سی کی نشریات میں یہ خبر سننے کو ملے گی کہ لندن میں تقیسم ایک خاص فرقہ کے چند لوگوں نے شریمتی گاندھی کی موت پر اظہار مسرت کے لئے دیوالی منائی اور لوگوں میں مٹھائی تقسیم کی۔

O

یارانِ نکتہ داں

میں عابدہ محبوب سے شخصی طور سے واقف نہیں ہوں لیکن ان کی مختصر مختصر کہانیوں کے مطالعہ سے یہ ضرور اندازہ لگا سکتا ہوں کہ وہ انتہائی حساس بھی ہیں اور ذہین بھی ـــــ حساس اس لئے کہ اپنے اطراف و اکناف کے واقعات سے ان کے حواسِ خمسہ ہی متاثر نہیں ہوتے بلکہ دل بھی متاثر ہوتا ہے اور ذہین اس لئے کہ ایسی مختصر مختصر کہانیوں کو پُر اثر بنانے کے لئے زبان و بیان یا اسلوب سے زیادہ ذہانت کی ضرورت پیش آتی ہے۔ وہ سیاسی و سماجی اعتبار سے بھی اس قدر باشعور نظر آتی ہیں کہ انھیں کہانی نگار کی بجائے صحیفہ نگار ہونا چاہیئے تھا۔ فرقہ وارانہ فسادات کے نازک موضوع کے ساتھ انھوں نے پورا پورا انصاف کیا ہے اور یہ توقع کی جانی چاہیئے کہ وہ اپنی تحریرات کے ذریعہ رائے عامہ کو تشدد کے خلاف بیدار کرنے میں کامیاب ہوسکیں گی۔

محمود انصاری

ایڈیٹر روزنامہ منصف

○

فرقہ وارانہ فسادات سیاسی مفاد پرستوں کے لئے ایک اہم ہتھیار ہیں۔ حقیقت یہ ہیکہ پچھلے پینتیس سال میں ہندستان کے سیاست دانوں نے یہاں کے لالچی سرمایہ کار، ناقص سرکار شاہی، رشوت خوار عہدیدار، مستعد پولیس، نام نہاد ٹریڈ یونین لیڈر کے گٹھ جوڑ نے اس بات کا یقین حاصل کرلیا ہے کہ یہاں کی حکومت، اقلیتوں، آدی باسیوں، ہریجن اور پچھلے عوام کے استحصال کے لئے مفاد پرستوں کے حلقے میں رہے۔ جمہوریت کے اس خون پر عوام کے استحصال میں ہندو مسلم فسادات اور ہریجنوں اور آدی باسیوں کا قتل و خون ایک اہم رول ادا کرتی ہیں۔

فرقہ وارانہ منافرت کی اس آگ نے ۱۹۶۹ء سے شہر حیدر آباد کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ وہ شہر جسے ایک مسلمان بادشاہ نے ایک ہندو محبوبہ کی یاد میں بسایا تھا۔ اور جو فرقہ وارانہ اتحاد کا (SYMBOL) سمبل سمجھا جاتا تھا۔

عابدہ محبوب کے تخلیقی قلم نے دیدہ دلیری اور جراءت کے ساتھ ایسے موضوع پر قلم اٹھایا ہے جو ہر حساس دل کی آواز ہے۔ اور پھر اپنے نشتر دل سے اس بیمار سماج کے ناسوروں کو کریدا ہے۔ جنھیں سیاسی مفاد پرستوں نے ہمیشہ جمہوریت کے چیتھڑوں میں

چھپانے کی کوشش کی ہے۔ سماج کے ان ناسوروں پر اڑتیس سال پہلے سعادت حسین منٹو نے بھی ایسے ہی نشتر چلائے تھے اور ان ہی کے اسلوب سے متاثر ہو کر عابدہ محبوب نے ہندستانی سماج کے اس فرسودہ لبادہ میں "درد کے پیوند" لگائے ہیں۔ سماج کے اس لبادہ میں غربت' بھوک' بیماری اور بیروزگاری کے پیوند بھی لگے ہوئے ہیں!

مجھے امریکہ کے ایک نیگرو کامیڈین کا ایک نشتر ابھی تک یاد ہے۔ امریکہ میں کالوں کی غربت کا تذکرہ کرتے ہوئے اس نے کہا تھا کہ بچپن میں جب اس کے گھر کے سامنے کے ماشی فرقے صلیبیں جلاتے رہتے تو اس کی ماں اس سے کہتی کہ چاہے یہ صلیبیں ماشی ہی کیوں نہ ہوں تھوڑی سی آگ ان صلیبوں سے چرا کر لاتا کہ رات کچھ گرمی سے بسر ہو سکے۔ یہ طنز و مزاح کی وہ منزل ہے جو تلاطم آنسوؤں سے ٹکرا کر آتی ہے۔ عابدہ محبوب کا طنز بھی اس حساس قلم کی غمازی کرتا ہے جو درد و کرب کے طوفانوں سے اٹھتا ہے۔

۲۸ر جنوری ۱۹۸۵ء
(حیدرآباد)

نقی تنویر

○

ہماں سوزِ جنوں اندر سرِ من

ہمہ ہنگامہ ہا اندر برِ من (علامہ اقبالؔ)

محترمہ عابدہ محبوب صاحبہ ام اے بی ایڈ نے "درد کے پیوند" ایک سچی کہانیوں کا مجموعہ جو مرحومہ نے سعادت حسن منٹو کی کتاب سیاہ حاشیئے سے متاثر ہو کر شہر حیدر آباد فرخندہ بنیاد (اب برکندہ بنیاد) انسانیت سوز فسادات پر سپرد قلم فرمایا۔ اس فقیر راہ اور درویش بے نوا کو محترمہ نے یہ مجموعہ دکھلایا جس کو بغور مطالعہ کی عزت حاصل کی۔

ابتداء میں وجہ تحریک اور اپنا ذاتی تعارف بھی محترمہ نے خود فرمایا ہے۔

یہ ایک سچی کہانیوں کا ایک ایسا دل و دماغ کو متاثر کرنے والا شاہکار ہے جس کو قلم کی زبان میں نہایت سادگی، طنزیہ ادب کے پختہ مشق اسلوب میں انسانیت کو بدی کی طاقتوں کے مقابلہ کے لئے تیار کیا ہے۔

انداز سادہ مگر دردناک اور اندوہناک واقعات کے حالیہ سلسلوں کا جو واقعی سیاہ ترین دھبے ہیں پیش فرمایا۔

وہ شہر حیدرآباد جس کی بنیاد پیار محبت پر رکھی گذشتہ تین مہینوں یہاں کے فرقہ وارانہ فسادات اور ان کی اجمالی تفصیل، کہانی کی صورت میں بیباک قلم نے واقعاتی تصویر کھینچی ہے وہ قطعی حقیقی اور صحیح ہے. پڑھنے والا اس کو تسلیم کرے گا اور جو درد کے پیوند محترمہ نے لگائے ہیں وہ خود اپنے درد کے پیوند تسلیم کرے گا. درندہ صفات انسانیت دشمن اس کو اپنے لئے ایک تازیانہ سمجھے گا.

خدا اس مجموعہ پُراثر پُراز صداقت کو قبولیت بخشے گا. محترمہ قابل تحسین ہیں.

دُعاگو

فقیر راہ۔ درویش آستانہ علوی

م۔ع۔علوی

○

عابدہ محبوب صاحبہ کے "درد کے پیوند" کا بغور مطالعہ کیا۔ حاصل مطالعہ یہ ہے کہ محترمہ نہایت دل نشین انداز میں آپ بیتی سے پر بیتی کہہ گئیں۔ درحقیقت یہ پر بیتی بھی نہیں بلکہ ان دنوں ہم سب پر بیت رہی ہے۔ خواہ ہندو ہو یا مسلمان یا کوئی اور ـــــ فسادات ہمارا معمول بن گئے ہیں۔ شاعروں، ادیبوں، صحافیوں، مصلحان قوم، رہنمایان قوم، سیاست داں اور زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے اس عنوان پر اپنے اپنے زاویہ نگاہ سے روشنی ڈالتے رہتے ہیں۔ اس بات پر سب متفق ہیں کہ فسادات کو ختم ہو جانا چاہیئے۔ لیکن ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ معاملہ اسی کے شرائط پر طے ہو جو ناممکن ہے۔ فسادات کے الاؤ روشن کرنے والے یہ نہیں سوچتے کہ بقول شیخ سعد حسن آئی اے ایس "دو چار قتلوں سے ایک قوم نہیں مٹائی جا سکتی" نہ تمام مسلمان ختم ہو سکتے ہیں اور نہ ہندو۔ جب معاملہ یوں ہے تو بے خوف و خطر مل جل کر کیوں نہ رہیں۔ ہمارا ضمیر اس مکروہ فعل کے خلاف آواز بلند کرتا ہے لیکن میدان عمل میں شر کے خبیث ہاتھوں کو روک نہیں سکتا۔ یا تو یہ کوشش نقار خانے میں طوطی کی آواز ثابت ہوتی ہے یا پھر بقول اقبال "مرد ناداں پر کلام نازک بے اثر" کے مصداق فضا

ہیں بے اثر بکھر جاتی ہے۔

محترمہ نے اپنے افسانوں کے ذریعہ سوال کیا ہے کہ یہ سلسلہ کب ختم ہوگا؟ میں نجومی نہیں ہوں البتہ ایک پرامید شخص کی طرح یہ مشورہ دے سکتا ہوں کہ ؂

یا بدل دینا زمانے کو بزور بازو
یا تو پھر جرم ضعیفی کی سزا پا لینا!

ازل سے ابد تک یہی ہوتا رہا ہے شر ہمیشہ خیر سے برسر آزما رہا ہے مگر باقی وہی رہتا ہے جو حالات کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

محترمہ نے اپنے تعارف کے سلسلہ میں مذہب کے تحت تحریر فرمایا ہے کہ " دل میں تو ایمان ہے ویسے انسان ہوں!" بات کچھ جچی نہیں۔ لفظ "تو" ایمان کی اہمیت گھٹا کر انسان کی اہمیت بڑھا رہا ہے۔ حشرات الارض، نباتات و جمادات عقل سلیم سے عاری ہیں اور انسان اس کا حامل ہے۔ چنانچہ عقل سلیم کی کسوٹی پر پرکھ کر ہی انسان اقرار و انکار کی جراءت کر سکتا ہے۔ چنانچہ ایک بے ایمان انسان کسی ایماندار انسان سے افضل نہیں ہو سکتا اگر چیکہ وہ انسان ہی ہے۔ صرف لفظ ایمان ہی تعرف کے لیئے کافی تھا۔

کہانی "ڈھال" میں ایک نئے مذہب انسانیت کا انکشاف کیا گیا ہے یہ اصطلاح تو نام نہاد ترقی پسندوں اور مذہب بیزار دہریوں کی ایجاد ہے اور اس کے پروپگنڈہ سے مصنفہ بھی متاثر معلوم ہوتی ہیں۔ اس کہانی میں بین المذاہب شادی کی تائید اور مذہب کے بندھنوں پر ریمارک کیا گیا ہے۔ کہانی کا نتیجہ بتا رہا ہے کہ اس شادی نے کتنے گھروں کو بربادی سے ہمکنار کر دیا ہے۔ ایسی شادیاں نہ صرف

ملک، قوم اور سماج کے مروجہ قوانین کے خلاف نہ صرف بغاوت ہیں بلکہ مزید برائیوں کے لئے راہ ہموار کرنے کے مترادف ہیں۔

متذکرہ بالا دو باتوں کو چھوڑ کر باقی کہانیاں اچھی ہیں! سچی ہیں اور طنز کے نشتر ہیں جو فسادات کے ناسور کی جراحت کا سبب بن سکتے ہیں۔ مصنفہ نے اس انداز سے ان میں تاثر پیدا کیا ہے کہ واقعی رشک آتا ہے۔ کہانیوں کی ترتیب بھی قابل تعریف ہے۔ کہانی "پیش کش" ایک طمانچہ پُر رفتار حکومت ہے! "دوزخ کی آگ"۔ "اندیشہ" اور "حفاظت" جیسی کہانیاں دل و دماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتی ہیں۔ فساد زدہ حیدرآباد کے لئے "مشورہ" کا طنز بہت خوب ہے۔

مسئلہ کے حل کے سلسلہ میں کہانی "مدد" بطور خاص قابل قدر ہے۔ لیکن بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے۔ لفظ "ہم" کا تجزیہ خوب ہے! کاش "ہم" (ہندو اور مسلمان) "ہم" ہو جائیں اور اپنی انفرادیت باقی رکھتے ہوئے ایک ہو جائیں اور ملک و قوم کی بھلائی و ترقی کا سبب بن جائیں۔

آخر میں محترمہ کو اس کوشش پر مبارکباد دیتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں دعاگو ہوں کہ رب العزت محترمہ کے نوکِ قلم میں اتنی جلا دے کہ وہ اپنے رشحاتِ قلم سے لوگوں کے دل و دماغ کو منور کر پائیں۔ آمین!

فقط۔ احقر

سید شمشیر علی

پرنسپل گورنمنٹ جونیر کالج فار گرلز حسینی علم

حیدرآباد

۲۳ر جنوری

۱۹۸۵ء

○

پریم چند نے ایک جگہ لکھا ہے کہ دوستی کے لئے ہم پیالہ یا ہم نوالہ ہونے سے زیادہ ہم خیال ہونا ضروری ہے۔ میری اور عابدہ محبوب کی دوستی کی بنیاد اسی ہم خیالی اور ہم ذوقی پر ہے۔ ابتداء میں میرا اور عابدہ کا رشتہ استاد و شاگرد کا رہا، پھر ساتھی ٹیچر کا اور اب دوستی کا پر خلوص رشتہ ہے۔ ادبی مشاعرے، جلسے، ڈرامے، ایوارڈ کے جلسے، آرٹ کی نمائش، صنعتی نمائشیں اور ایک روزہ ختم قرآن کے اجتماع میں اکثر ہم دونوں کا ساتھ رہا یا پھر ملاقات ضرور رہی۔ اگر میں اکیلی ہوتی تو بعض مہربان مجھ سے سوال کرتے "آپ کی محبوب کہاں ہیں؟"

اسکول کی مضمون نویسی کی کلاس میں دس میں سے آٹھ نمبر لانے والی طالبہ کے جوہر کالج میں اور نکھرنے لگے۔ مضمون "ہماری بچاس فی صد آبادی کیا کرتی ہے؟" کی جگہ مزاحیہ مضامین، لطائف، کہانیاں، افسانے اور ڈراموں نے لے لی۔ یہ ساری تخلیقات کالج کے رسالے "کاراس" کے علاوہ مختلف رسائل کھلونا، پھول، ننھا کھلاڑی، آئینہ بانو اور اخبار "رہنمائے دکن" میں چھپتی رہیں۔ آل انڈیا ریڈیو حیدر آباد سے بھی کہانیاں اور ڈرامے نشر ہوتے رہے۔ "شمع" (دہلی) سرورق کی انعامی کہانی پر بیس الفاظ کی کہانی

لکھ کر پہلا انعام حاصل کر چکی ہیں۔ "کھلونا" کی انعامی کہانی "اگر میں چاند پر پہونچ جاتی"
پر بھی دوسرا انعام پا چکی ہیں۔

ایک طویل عرصہ کی خاموشی کے بعد "شمع" نومبر ۱۹۸۴ء میں بلا عنوان کے تحت
عابدہ کی کہانی دیکھ کر خوشی ہوئی کہ وہ دوبارہ "اپنی لائین" پر آگئیں! "درد کے پیوند"
اسی کڑی کا مجموعہ ہے۔ جب اس نے مجھے اپنی رائے لکھنے کو کہا تو میں نے مذاقاً کہا "کیا
درد ہی دینے آئی ہو!" جواب ملا "دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر!"

حالات حاضرہ کے اعتبار سے "درد کے پیوند" نہ صرف مفلس کی قبا بلکہ ہر شخص
کی قبائے حیات میں نظر آئے سہ

بڑے عجیب ہیں یہ درد و غم کے رشتے بھی
کہ جس کو دیکھئے اپنا دکھائی دیتا ہے

فرقہ وارانہ فسادات کے ان سچے خاکوں کا ایک ایک لفظ دل و دماغ کو چھوتا ہوا
روح کی گہرائی میں اتر جاتا ہے اور دل بے اختیار کہہ اٹھتا ہے "کاش بن جائے
آدمی ــــ انسان۔"

آیئے ان ننھی منی کہانیوں کا سرسری جائزہ لیں۔

فسادی، کشیدگی اور انسانیت میں دونوں "فسادیوں" کے بچوں کا کرفیو
میں نرمی کے دوران کرکٹ یا لٹو کھیلنا اس بات کی دلیل ہے کہ درمیان والے تفرقہ
انداز شیطان کی کوشش ناکام ہو چکی اور انسان جاگ اٹھا۔

"عادی" فسادات جب معمول بن جائیں تو ان کا عادی ہو جانا کوئی نئی بات
نہیں ہے۔ "نیکی کر دریا میں ڈال" اس مشہور مقولہ کا مطلب ہے کہ نیکی کرنے کے

بعد اس کا معاوضہ طلب نہ کر۔ اس کا عنوان "نیکی برباد گناہ لازم" ہونا چاہیئے تھا۔
"آرٹسٹ" واقعی کمال کا ہے اس نے ہر جسم پر ایک ہی قسم کے گل بوٹے بنائے ہیں۔ کیوں نہ ہو آخر سب کی پیدائش بھی تو "ایک ہی جوہر" سے ہوئی ہے۔
"مدد" حدیث شریف ہے کہ ظالم کو اس کے ظلم سے روکنا ہی اس کی مدد ہے!

"امانت میں خیانت" کرنے والے قاتل کاش کہ جانتے ؎

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ

"ھم" وہ ہے ہندو اور مسلم خدا کرے کہ ایسے متحد ہو جائیں کہ بقول ذوق ؎

"ہم" نہیں وہ کہ کریں خون کا دعویٰ تم سے
بلکہ پوچھے گا خدا بھی تو مکر جائیں گے

"درد جاوداں" تاریخ جمہوریت کا ایک المناک باب۔ بقول میر

مصائب اور تھے پر "دل" کا جانا
عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے

"درد سر" کی تو تعریف نہیں ہو سکتی اس لئے چپ سادھ لی ہے!
مختصراً یہ کہ زبان کی سادگی کے ساتھ ساتھ طنز و مزاح کے ہلکے نشتر قارئین کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ نونہالان قوم کی تعمیری جد و جہد کے ساتھ ساتھ مشق قلم بھی جاری رکھتیں تو بلحاظ اسلوب بیان اور چاشنی طنز و مزاح آج کے ممتاز ادیبوں میں شمار کی جاتیں۔ خیر اب بھی وقت ہے بہت کچھ کرنے کے لئے!

آخر میں دعا ہے کہ پروردگار صحت و عافیت کے ساتھ ان کی "جائداد منقولہ" اور غیر منقولہ میں ترقی عطا فرمائے۔ منقولہ میں علم و فضل کی زیادتی اور ناموری اور غیر منقولہ میں غیر معمولی اضافہ!

آمین

آر. بانو
سابق ٹیچر
پرنسس درشہوار ہائی اسکول

فہرست درد

پیش کش

شہر کے فرقہ وارانہ فسادات کے ہلاکین کے لئے حکومت نے فی کس پانچ ہزار روپے ایکس گریشیا دینے کا اعلان کیا۔ ایک غریب بیوہ ماں کو جب اس کے سترہ سالہ اکلوتے لڑکے کی ہلاکت پر رقم دی گئی تو اس نے وہ رقم اٹھا کر حقارت سے پھینک دی اور بھرائی آواز میں سرکاری عہدہ داروں سے پوچھا

"میں آپ کو پچاس ہزار روپے دوں گی۔ کیا آپ میرا بیٹا مجھے واپس کر سکتے ہیں۔"

○

گلی کی ایک تنگ موڑ پر ایک فرقہ پرست اپنے ایک ساتھی کے ساتھ "شکار" کا انتظار کر رہا تھا۔ ایک قسمت کا مارا اُدھر آ نکلا۔ اس فرقہ پرست نے اس کو فوراً دبوچ لیا اور ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ مگر وہ اپنے ساتھی کو دیکھ کر حیران رہ گیا جس نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"دھت تیرے کی! بزدل کہیں کا! آنکھ بند کر کے جاقو چلانا سیکھے گا؟" وہ ساتھی پر ہنسنے لگا۔

"کیا کروں باس مجھ سے دیکھا نہ گیا۔"

"تو مرد ہے یا......." باس نے اس کو ایک گالی دیدی باس کے منہ سے گالی ختم ہوئی تھی کہ وہ بجلی کی سرعت سے اس پر جھپٹ پڑا اور ایک ہی وار میں باس کا خاتمہ کر دیا!

○

ڈھال

دو مختلف فرقوں سے تعلق رکھنے والے لڑکے اور لڑکی میں محبت ہو گئی۔ شادی کے لئے مذہب آڑے آیا تو دونوں نے اپنے اپنے مذہب کو خیر باد کہدیا اور "انسانیت" کو اپنا مذہب مان کر شادی کر لی۔

جب شہر میں فرقہ وارانہ فسادات شروع ہوئے تو اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لڑکی کے فرقہ والوں نے لڑکے کو، اور لڑکے کے فرقہ والوں نے لڑکی کو ہلاک کر دیا۔

○

احتجاج

ایک شریف و نیک صفات آدمی کے بڑے لڑکے کو فرقہ پرستوں نے گذشتہ فسادات میں بلا وجہ ہلاک کر دیا تھا۔ اتفاق سے حالیہ فسادات نے تاریخ پھر دہرادی۔ ان کا دوسرا لڑکا ہلاک ہوگیا۔ ممتا کی ماری ماں نے حکومت، غنڈہ عناصر اور پولیس کو بددعا دینا شروع کیا۔ اس نیک بخت نے بیوی کو سمجھایا " بددعا دینے سے کیا فائدہ ؟ قسمت کا لکھا پورا ہو کر رہتا ہے۔ خدا کی مرضی جان کر صبر کرو۔ شاید یہ ہماری آزمائش ہو ! "

" آزمائش ؟ " بیوی کا غصہ اور بڑھا " آزمائش تو پیغمبروں کی ہوتی ہے۔ ہم گناہگاروں کی آزمائش کس لئے ؟ کیا ہم کو پیغمبری ملنے والی ہے ؟ "

○

★ آرام کی ضرورت

کرفیو کے باوجود چند فرقہ پرست دروازہ توڑ کر ایک گھر میں گھس گئے
گھر میں صرف دو ہی آدمی تھے۔ ایک فالج زدہ ضعیف مرد۔ دوسری اس
کی بیوی۔ بیمار مرد کو دیکھ کر ایک غنڈہ بولا
"یہ تو قبر میں پیر لٹکائے بیٹھا ہے استاد!"
"تم کھڑے کھڑے منہ کیا تکتے ہو؟" استاد کی آواز آئی "بیچارے
کو آرام سے قبر میں لٹا دو!"

○

★ یہ عنوان منٹو مرحوم سے لیا ہے

کارنامہ

"باس! آج میں نے تو نہ چاقو چلایا نہ خنجر! لکڑی تک ہاتھ میں نہیں اٹھائی مگر ایک آدمی کو ٹھکانے لگا دیا۔ میں نے اس ستّر سالہ بوڑھے کو اٹھا کر پل کے نیچے پھینک دیا۔"

○

رحم دِل

"باس! جس آدمی کی گردن پر آپ نے چاقو سے ضرب لگائی تھی وہ سڑک پر بری طرح تڑپ رہا تھا مجھ سے اس کی تڑپ دیکھی نہ گئی۔ میں نے دوسری ضرب لگا کر اس کی تڑپ ختم کر دی۔"

○

ضرب کے بعد تقسیم

"میں نے تو تمہیں صرف چاقو سے ضرب لگانے کو کہا تھا مگر تم نے تو اس کے ٹکڑے کر دیئے"۔

"کیا کرتا مجبوری تھی! چاقو کی ضرب سے وہ نہیں مرا تو میں نے اس کی تقسیم کر دی۔"

○

رعایت

"میں تمہارے پیر پڑتا ہوں۔ میری بہن کی عزت میری آنکھوں کے سامنے نہ لوٹو ...... میں نہیں دیکھ سکتا ...... بالکل نہیں دیکھ سکتا۔!"

"چلو اسی کی بات مان لو۔ پہلے اس کو اندھا کر دو!"

یہ عنوان منٹو مرحوم سے لیا ہے

نادانی

"دشمن جان بچا کر تیرے سامنے سے بھاگ رہا تھا اور تو خاموش بیٹھا تماشا دیکھتا رہا؟"

"کیا کرتا یار! تم تو جانتے ہو کہ میں مرغی تک نہیں کاٹ سکتا!"

"ارے نادان! کیا میں مر گیا تھا؟"

○

سوری باس

ایک فرقہ کے غنڈہ نے غلطی سے اپنے ہی فرقہ کے آدمی کو چاقو سے زخمی کر دیا۔ زخمی آدمی تڑپ کر بولا

"اندھے ہو، نظر نہیں آتا تمہیں؟ اپنے ہی آدمی کو مارتے ہو؟"

حملہ آور سخت شرمندہ ہو گیا اور بولا

"سوری باس! غلطی ہو گئی!"

○

فری بے بی

ایک عورت کو بچہ پیدا ہونے والا تھا۔ شوہر نے فوراً ٹیکسی لی اور اُسے دواخانہ لے جاتے ہوئے سوچنے لگا کہ مہینے کے آخری دنوں میں دوائیوں، انجکشن، ڈاکٹر کی فیس اور روم کے کرائے کا بندوبست کیسے کرے۔ اچانک راستے میں فساد پھوٹ پڑا۔ لوگوں کی چیخ و پکار، لوٹ مار، آتشزنی، لاٹھی چارج اور فائرنگ کی آوازوں سے عورت کے ٹیکسی میں ہی بچہ تولد ہوگیا۔

○

اِتحاد

فسادات میں ہلاک اور زخمی ہونے والوں کو رات بھر شہر کے بڑے سرکاری دواخانہ میں لایا جاتا رہا۔ دونوں فرقے کے سمجھدار قائدین صورتحال جاننے کے لئے دواخانے گئے۔ انھوں نے دواخانہ کے اعلیٰ عہدہ داروں اور ذمہ دار ڈاکٹرز سے ملاقات کر کے پوچھ تاچھ کی۔ انھیں پتہ چلا کہ دواخانہ میں جو آٹھ لاشیں لائی گئی تھیں ان میں چار ہندو کی تھیں اور چار مسلمان کی اور اڑتالیس زخمیوں میں چوبیس ہندو زخمی تھے اور چوبیس مسلمان!

○

آرٹسٹ

فسادات میں چاقو زنی سے گھائل جتنے بھی زخمی دواخانہ لائے جارہے تھے ان سب کے جسموں پر گھاؤ کے نشان بالکل ایک جیسے تھے۔ ایک ڈاکٹر نے طنزیہ انداز میں تعریف کرتے ہوئے کہا:

"بھئی واہ! بڑے کمال کا آرٹسٹ ہے۔ ہر جسم پر ایک ہی قسم کے گل بوٹے بنائے ہیں۔!"

○

غیر معینہ مدت کے کرفیو والے علاقہ میں ایک ترکاری فروش چھپتا چھپاتا ترکاری بیچ رہا تھا۔ بدقسمتی سے پولیس نے اس کو دیکھ لیا۔ وہ ٹوکرا چھوڑ کر بھاگ نکلا اور بدحواسی میں دوسرے فرقہ کے ایک گھر میں چھپ گیا۔ مگر پولیس نے اس کو آن پکڑا اور مارنے لگے۔ گھر پر موجود دوسرے فرقہ کی عورت سے دیکھا نہ گیا وہ التجا کرنے لگی:

"ارے مارتے کیوں ہو..... چھوڑ دو غریب کو ابے چارہ پیٹ کی خاطر دو پیسے کمانے نکلا تھا..... ہائے کیا کیا ظلم ہے..... مت مارو چھوڑ دو!"

دوسرا پولیس والا طنزیہ بولا:

"کیوں بے چین ہو رہی ہے؟ کیا تیرا یار ہے؟"

○

میں ایک صحافی ہوں۔ جب کرفیو میں چند گھنٹوں کی نرمی ہوئی تو میں متاثرہ علاقوں کے حالات جاننے نکل پڑا۔ ایک محلہ میں لوگوں نے بتایا:

"فی الحال تو سکون ہے جناب! مگر لوگوں کے دلوں میں خوف اور کشیدگی باقی ہے۔"

میں دل میں تشویش لئے چار قدم ہی چلا تھا کہ گلی کی موڑ پر رک گیا۔ دیکھا کہ میدان میں ہندو اور مسلم بچے مل کر کرکٹ کھیل رہے تھے!

دونوں گھروں کے دروازے آمنے سامنے تھے اور کھڑکیاں بھی مقابل ہی کھلتی تھیں۔ فسادات کے بعد مسلسل کرفیو لگا تو دونوں دروازے بند ہو گئے۔ مگر کھڑکیوں سے تاک جھانک ہوتی رہتی تھی۔ جیسے ہی دونوں کی نگاہیں چار ہوتیں دونوں کی کھڑکیاں زوردار آواز کے ساتھ بند ہو جاتی تھیں۔

آخر چھ دن بعد کرفیو میں تین گھنٹے کی نرمی ہوئی تو دونوں گھروں کے دروازے بھی کھل گئے۔ نگاہیں بھی چار ہوئیں۔

ایک دروازے سے سوال ہوا "خیریت؟"

دوسرے دروازے سے جواب ملا "خیریت!"

فسادات کے بعد شہر میں اندھا دھند گرفتاریاں ہونے لگیں۔ تمام لوگ اپنے اپنے بے گناہ اشخاص کو اثرات یا ضمانت پر رہا کروا کر لے جانے لگے۔ آخر میں پولیس اسٹیشن پر ایک ایسا غریب و بے قصور آدمی رہ گیا جس کی سفارش یا ضمانت کے لئے کوئی بھی نہیں آیا۔ اس کے جسم پر زدوکوب کے نشانات تھے وہ بھوک پیاس سے نڈھال ہو رہا تھا۔

یکایک پولیس اسٹیشن میں ایک گرجدار آواز گونجی "یہ منحوس ابھی تک یہاں موجود ہے، کس بے وقوف نے اس کم بخت کو گرفتار کیا۔ بھکاری کہیں کا! پھینک دو اس کچرے کو سڑک پر ———!"

اور موسلا دھار بارش میں کچرا سڑک پر پھینک دیا گیا۔

○

فسادی

مسلسل کرفیو کی وجہ سے بچے گھروں میں بیٹھے بیٹھے بیزار ہو گئے تھے۔ اِسی دوران دونوں فرقوں کے گھروں میں کچھ اس قسم کے سوال و جواب ہو رہے تھے۔

"ماں! میں رحیم کے گھر جا کر کھیل لوں؟"

"خبردار جو گیا تو ـــــ ٹانگیں توڑ دوں گی ـــــ فسادی غنڈوں کے گھر جانے کی ضرورت نہیں ہے! گھر میں خاموش بیٹھ!"

"امی! میں رام کے گھر جا کر کھیل لوں؟"

"خبردار جو گیا تو ـــــ ٹانگیں توڑ دوں گی ـــــ فسادی غنڈوں کے گھر جانے کی ضرورت نہیں ہے! گھر میں خاموش بیٹھ!"

جیسے ہی کرفیو میں تین گھنٹوں کی نرمی ہوئی دونوں "فسادی" مل کر لٹو کھیل رہے تھے۔

○

اِنسانیت

کرفیو کے باوجود، موقع ملتے ہی محلہ کے چند بچے گھروں سے باہر نکل کر سڑک پر مختلف کھیل کھیلنے لگے۔ ان کا کھیل شروع ہو کر دس منٹ بھی نہ گزرے تھے کہ پولیس کی جیپ گاڑی کی آواز آنے لگی۔ بچوں نے اپنا اپنا سامان سمیٹا اور گھروں کی طرف بھاگتے ہوئے پکارنے لگے

"ارے موہن! گھر کو بھاگ، پولیس آرہی ہے!"

"ارے احمد! جلدی چھپ جا پولیس آرہی ہے!"

○

ترکہ

فسادات کے بعد شہر میں غیر معینہ مدت کا کرفیو لگ چکا تھا۔ فوج کی طلایہ گردی بھی جاری تھی۔ میرے تعجب کی انتہا نہ رہی جب میں نے سڑک پر ایک فقیر کو صدا لگاتے سنا۔ میں نے کھڑکی سے اسکو خبردار کیا۔

"کیا مرنے کا ارادہ ہے جو کرفیو میں ـــــ"

"مر جانے دو بی بی" اس نے فوراً میری بات کاٹ دی:

"گھر میں بھوکوں مرنے سے تو سڑک پر مرنا اچھا ہے، میری بیوی بچوں کو تو کچھ پیسے مل جائیں گے!"

○

عادی

"آخر یہ فسادات کب ختم ہوں گے؟ یہ کرفیو کب اُٹھے گا؟ میرا دل تو بیزار ہوگیا ہے۔"

"تعجب ہے دوست! تم ابھی تک ان باتوں کے عادی نہیں ہوئے!"

(۱)

چانس

فرقہ وارانہ فسادات میں ایک بے حد غریب بارہ سالہ لڑکے کو فرقہ پرستوں نے ہلاک کر دیا۔ حکومت نے مہلوک لڑکے کے ماں باپ کو پانچ ہزار روپے ایکس گریشیا کی رقم دی۔ مہلوک کے ایک ہم عمر پڑوسی لڑکے نے یہ کارروائی دیکھی اور رات چپکے سے گھر سے نکل گیا۔ اس نے متاثرہ علاقوں میں کئی چکر مارے۔ کسی نے بھی اس کا نوٹس نہیں لیا۔ مایوس ہو کر وہ گھر لوٹ آیا۔ ماں باپ جو اس کے غائب ہو جانے پر پریشان تھے اس کو مارپیٹ کرنے لگے۔

لڑکا روتے ہوئے بولا:

"مجھے مت مارو، مجھے مت مارو! میں تو تم لوگوں کو امیر بنانے گیا تھا مگر چانس ہی نہیں ملا ——"

دَم

فسادات کے دوران ایک گلی میں، ایک سترہ سالہ نوجوان اپنی ساٹھ سالہ دادی کو گھسیٹتے ہوئے بھاگا جا رہا تھا۔ دو بلوائی ان کا پیچھا کر رہے تھے۔ دادی کہہ رہی تھی۔

"ارے چھوڑ دے میرا ہاتھ! تو بھاگ جا بیٹا، مجھ بڑھیا کی فکر مت کر۔"

"نہیں دادی! میں تجھے قصابوں کے حوالے نہیں کروں گا۔ پہلے میں مروں گا تو بعد تو مرے گی۔"

آخر بلوائیوں نے دونوں کو پکڑ ہی لیا اور ایسا بھرپور وار کیا کہ دادی اور پوتا دونوں زمین پر گر پڑے۔ پوتا جو گرا تو پھر نہ اٹھا۔ دادی بمشکل اٹھ بیٹھی اور پوتے کو خون میں لت پت دیکھ کر چلانے لگی۔

ایک بلوائی بولا "بڑھیا میں دَم بہت ہے!"

دوسرا بولا "کیسے نہ ہو گا۔ اصلی دودھ مکھن جو کھایا ہے!"

امانت میں خیانت

ایک شر پسند نے ایک بے قصور انسان کو اپنی چاقوزنی کا نشانہ بنایا۔ انسان نے دم توڑتے توڑتے پوچھا "آخر ہماری دشمنی کیا تھی؟ میں تو پہلی بار تمہاری صورت دیکھ رہا ہوں ـــــ اور شاید آخری بار بھی! زندگی تو اوپر والے کی امانت ہوتی ہے تمہیں کیا حق ـــــ"

قاتل نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا:

"ہم امانت میں خیانت کرنے والے لوگ ہیں!"

○

آؤٹ آف کنٹرول

کرفیو کے دوران شہر کے کسی دواخانے سے ایک ڈسا کنٹر نے پولیس کنٹرول روم کو فون کر کے دریافت کیا

" یہ کرفیو کب ختم ہو گا ___ ؟ "

پولیس کنٹرول روم سے جواب ملا

"جب تک تمہاری مستی نہیں ٹوٹے گی ! "

○

ففٹی ففٹی

فسادات میں لوٹ مار کرنے والے دو فرقہ پرست دوستوں کے درمیان معاہدہ ہوا کہ جو بھی مالِ غنیمت ملے گا آپس میں آدھا آدھا تقسیم کرلیں گے۔ جب پورے مال کی تقسیم ہوگئی تو آخر میں دوسرے فرقہ کا ایک چار سالہ لڑکا باقی رہ گیا جس کو وہ گھر بیٹھے میں اٹھا بھاگ آئے تھے۔

ایک دوست بولا "اس ننھے چوزے کا کیا اچار ڈالیں گے!"

دوسرا دوست بولا "اس مہنگائی میں ایسا سوچنا بیوقوفی ہے"

پہلا بولا "کیا اس کو چھوڑ آئیں گے؟"

دوسرا بولا "موت کو دعوت دینا ڈبل بیوقوفی ہوگی!"

پہلا بیزارگی سے بولا "پھر آخر کیا کریں گے اس کا؟"

دوسرا اطمینان سے بولا "کرے اس کو بھی ففٹی ففٹی!"

○

زبان اور جان

بلوائیوں کے ایک گروہ نے ایک گھر کا قفل توڑ کر اسکو لوٹ لینا اور آگ لگا دینا چاہا۔ ایک پڑوسی نے جو بلوائیوں کے فرقہ سے ہی تعلق رکھتا تھا ان کو اس خطرناک ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ تب ایک بلوائی نے غصہ سے پوچھا "کیا تم نے ہندو مسلم اتحاد کا ٹھیکہ لیا ہے؟"

پڑوسی نے عاجزی سے کہا "نہیں بابا! میں نے تو صرف پڑوسی کی حیثیت سے ان کو زبان دی تھی کہ گھر کی حفاظت کروں گا وہ لوگ بے فکر ___"

دوسرے بلوائی نے پڑوسی کی بات کاٹ دی اور طنزیہ بولا
"اچھا! ان کو زبان دی تھی! تو اب ہم کو جان دیدو ___"

ٹھکانہ

"فرقہ پرست عناصر منصوبہ بند سازش کے ذریعہ اقلیتی طبقے کو شدید جانی و مالی نقصان پہونچا رہے ہیں، ملک میں ہر طرف ان کی نسل کشی ہو رہی ہے آخر وہ کہاں جائیں گے؟ ان کو امن و سکون کہاں نصیب ہوگا؟"

"قبرستان میں!"

فساد کی جڑ

"آخر ان پر تشدد فرقہ وارانہ فسادات کے لئے کون ذمہ دار ہے؟ یہ فسادات کون کرواتا ہے؟"
"پیٹ نے!"

قیمت

۱۰ گرام سونے کی قیمت	ـــــــــــ	۱۸۶۰ روپے
۱۰ گرام چاندی کی قیمت	ـــــــــــ	۳۵ روپے
۵۰ گرام بادام کی قیمت	ـــــــــــ	۸ روپے ۷۵ پیسے
ایک عدد سیب کی قیمت	ـــــــــــ	۲ روپے
ایک لیٹر دودھ کی قیمت	ـــــــــــ	۶ روپے
ایک کیلو چاول کی قیمت	ـــــــــــ	۲ روپے
ایک کیلو نمک کی قیمت	ـــــــــــ	۶۰ پیسے
ایک انسانی جان کی قیمت	ـــــــــــ	مفت حاصل کریں

○

نیکی کر دریا میں ڈال

فسادات کے دوران ایک فرقہ کے آدمی نے دوسرے فرقہ کے آٹھ سالہ لڑکے کو اپنے گھر پناہ دی۔ چھ دن تک اس کو آرام سے رکھا، کھلایا پلایا۔

جب کرفیو میں چند گھنٹوں کی نرمی ہوئی تو وہ لڑکے کو لے کر اس کے بتائے ہوئے پتہ پر گھر پہونچا۔

لڑکے کے والدین نے جب لڑکے کو دوسرے فرقہ کے آدمی کے ساتھ دیکھا تو آگ بگولہ ہو گئے۔ فوراً پولیس میں رپورٹ کر دی اور پولیس نے آکر اس "غنڈہ" کو گرفتار کر لیا۔

○

ٹوٹی کہاں کمند

شہر میں اچانک فساد پھوٹ پڑا۔ ایک صاحب جو اپنے دوست سے ملنے چندرائن گٹہ گئے تھے جب گھر واپس نہ آئے تو ان کی بیوی اور بچے پریشان ہو گئے۔ شہر میں چونکہ غیر معینہ مدت کا کرفیو بھی لگ چکا تھا اس لئے گھر والوں نے قریبی پولیس اسٹیشن پر رپورٹ بھی کردی۔ دواخانے دیکھ ڈالے۔ پڑوسی کے فون سے دوست واحباب سے بھی دریافت کرلیا مگر موصوف کا پتہ نہ چل سکا۔

تین دن بعد جب کرفیو میں دو گھنٹے کی نرمی ہوئی تو محلے والے اور دوست احباب ان کے بارے میں جاننے کے لئے ان کے گھر گئے۔ اچانک لوگوں نے دیکھا کہ موصوف پولیس کی جیپ میں زندہ سلامت چلے آرہے ہیں۔ مگر جب موصوف نے اپنے گھر کے آگے لوگوں کی بھیڑ دیکھی تو کسی ان جانے حادثے کے تصور سے ان کا ہارٹ فیل ہو گیا۔!

○

۲۶ر جولائی ۱۹۸۴ء کے ایک مقامی اخبار میں خبر تھی کہ کرفیو زدہ علاقے میں مدارس کو بند کر دیئے گئے۔ اور غیر معینہ کرفیو والے علاقے میں کھلے رہیں گے۔ اس خبر کو سن کر غیر کرفیو والے علاقے کے ایک ننھے نے اپنی ماں سے کہا:

"ممی! آپ نے مجھے پرانے شہر کے اسکول میں شریک کیوں نہیں کیا؟"

○

اشتیاقِ دید

"ڈیڈی! ٹیچر کہتی ہیں کہ قاتل، اور غنڈے بھی انسان جیسے ہوتے ہیں، آخر وہ لوگ کیسے ہوتے ہیں، مجھے دکھاؤ نا ڈیڈی پلیز!"

○

بد دعا

شہر میں فرقہ وارانہ فسادات زوروں پر تھے کسی کونے میں ایک اسی سالہ بڑھیا بڑبڑا رہی تھی۔

"کیسا زمانہ آگیا ہے! بھائی ـــــ بھائی کے خون کا پیاسا! انسان انسان نہیں رہا شیطان بن گیا ہے! اب میری یہ آنکھیں بند کر دے میرے مالک! کیا قیامت تک جلائیگا؟ اور کیا باقی رہ گیا ہے دکھانے کے لئے؟ تو تو مجھے بھول ہی گیا۔ کس کی بد دعا سے کہ مجھے اتنی لمبی عمر دیدی؟ کم از کم کسی چاقو والے کو ہی ادھر بھیج دے!"

○

آرام حرام ہے

شہر میں فرقہ دارانہ فسادات جاری تھے محلے کے چند نوجوان جن میں دونوں فرقے کے لوگ شامل تھے چار راتوں سے جاگ کر محلہ کی نگرانی کر رہے تھے۔ ایک رات وہ بے حد پریشان آئے اور محلہ والوں سے کہا "سنا ہے آج رات غنڈوں کا حملہ ہونے والا ہے۔ آج کی رات ہم سب پر حرام ہے، آپ لوگ بھی اپنی اپنی جگہ جاگتے رہیں تو بہتر ہے۔"

رات بھر محلہ کے لوگ حیران و پریشان جاگتے رہے۔ آدھی رات گزر گئی مگر کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہیں آیا۔ نیند کو بھگانے کے لئے ایک گھر والوں نے چائے بنائی۔ سب نے پی اور نوجوانوں کے لئے بھی بھیجی مگر چائے واپس آ گئی۔ پتہ چلا کہ وہ سب گھوڑے بیچ کر سو رہے ہیں!

میرا دکنؔ

یکم اگست ۱۹۸۴ء؁ کے اخبار "منصف" میں صفحہ دو پر شری جگجیون پرشاد جیون کی نظم "میرا دکن" پڑھکر میرے دل میں بار بار خیال آرہا ہے کہ ؎

رہا اب کہاں وہ میرا دکن
ہوگیا وہ دفن ہوگیا وہ دفن

○

ایک جگہ مقامی خبریں سنی جا رہی تھیں "شہر میں مکمل طور پر امن و سکون برقرار ہے۔ حالات پوری طرح قابو میں ہیں۔ کسی بھی ناخوشگوار واقعہ کی اطلاع نہیں ملی۔ حالات کا جائزہ لیکر دن کا کرفیو برخواست کر دیا جائے گا۔"

"بکواس ہے! ایک خبر بھی چٹ پٹی نہیں" ایک ریمارک پاس ہوا اور ریڈیو بند کر دیا گیا۔

○

تیاری

"ملک میں ہر طرف فرقہ وارانہ فسادات ہو رہے ہیں، بے گناہ معصوم لوگ مر رہے ہیں۔ غنڈے من مانی کرتے پھر رہے ہیں۔ کہیں سکون نہیں ہے! آخر ہماری مرکزی حکومت کیا کر رہی ہے؟"

"اگلے انتخابات کی تیاری کر رہی ہے!"

○

محافظ

تین دوست ہوٹل میں بیٹھے اخبار میں چھپی ایک تصویر کو دیکھ رہے تھے جس کے نیچے لکھا تھا:

"مسلح فوجی جوان! معصوم ٹھلو کین کی نعشوں کی حفاظت کرتے ہوئے"

ایک دوست بولا "خوب! اب یہ مسلح فوجی جوان مُردوں کی حفاظت کرنے لگے ہیں!"

دوسرا بولا "یہ بھی دِل گرُدے کا کام ہے! بہادری کا انعام ملنا چاہیئے"

تیسرا بولا "یہ مسلح فوجی جوان زندوں کی حفاظت کیوں نہیں کرتے؟ کیا یہہ ان کا کام نہیں ہے!"

بازو کی میز سے ایک بھاری بھرکم آواز آئی

"ارے! یہہ کام تو مَردوں کا ہے!"

چاند کا داغ

پڑوسی ملک سے آئے ہوئے مہمان بچے، میزبان بچوں سے باتیں کر رہے تھے۔ دونوں فریق اپنے اپنے ملک کی تعریف میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔

مہمان بچے کی آواز آئی :

"تمہارے ملک میں تو ہندو مسلم فساد ہوتے رہتے ہیں، ہمارے ملک میں آج تک ایسے جھگڑے نہیں ہوئے !"

میزبان بچے کی آواز آئی :

"تو کیا ہوا ؟ کیا چاند میں داغ نہیں ہوتا !"

○

دوزخ کی آگ

۳۰/ جولائی کو اخبار میں خبر آئی کہ کرفیو زدہ علاقے میں سرقہ کی کوئی واردات نہیں ہوئی۔

مگر دوسرے دن ۳۱/ جولائی کو خبر آئی:

"کرفیو زدہ علاقے میں حلیب نگر کی ایک کرانہ کی دکان میں قفل شکنی کی واردات پیش آئی۔ دکان سے چاول آٹا، دالیں اور نمک مرچ کی چوری کر لی گئی۔"

○

اخبار میں جلی حروف میں ایک سُرخی تھی:

"آہ! یہ کرفیو زدہ شہر"

اس سُرخی کو پڑھکر سنجیدہ ذہن سوچنے لگے کہ فسادات کی یہی رفتار
رہی، تو مستقبل قریب میں اخبار کی سُرخی اس طرح بھی ہو سکتی ہے

"آہ! یہ شہرِ خموشاں"

باقی سب خیریت ہے

۲۵ جولائی کے مقامی اخبار میں خبریں اس طرح تھیں:

- آج میاکل بنڈہ اور علی آباد میں دو نامعلوم نعشیں دستیاب ہوئیں۔
- چاقو زنی کا پہلا واقعہ حبیب نگر میں پیش آیا جبکہ پانی بھرنے والے ایک نوجوان کو اشرار نے زخمی کرکے راہ فرار اختیار کی۔
- چادر گھاٹ، چمپا پیٹ، سرور نگر اور بہادر پورہ میں چاقو زنی کے واقعات ہوئے
- اعظم پورہ میں دو نوجوان چاقو زنی سے شدید زخمی ہو گئے۔
- یاقوت پورہ اور دبیر پورہ اسٹیشن کے قریب چاقو زنی کی وارداتیں ہوئیں۔
- آصف نگر پولیس اسٹیشن کے حدود میں رات ۲ بجے ایک شخص کو چھرا مار کر زخمی کر دیا گیا۔
- تاڑبن میں صبح ایک شخص کو زخمی کیا گیا۔

ان واقعات کے سوا شہر کی صورتحال پُرامن ہے۔

حساب برابر

ہندوؤں نے اپنی طاقت کے اظہار کے لئے گنیش کا جلوس نکالا !

مسلمانوں نے اپنی طاقت کے اظہار کے لئے پنکھوں کا جلوس نکالا !

حکومت نے اپنی طاقت کے اظہار کے لئے بارڈر سیکورٹی فورس فلیگ مارچ کروایا !

چلئے حساب برابر ہوگیا !

O

پاپی پیٹ

فسادات میں اندھا دھند گرفتاریاں ہوئیں۔ مختلف محلوں کے نوجوانوں نے ملکر ایک کمیٹی بنائی، چندہ جمع کیا تاکہ بے قصور لوگوں کو ضمانت پر رہا کروا سکیں۔ جب ایک غریب آدمی کی ضمانت دی جانے لگی تو وہ عاجزی سے بولا۔

"مجھے جیل میں ہی رہنے دو صاحب! باہر جا کر فاقہ کرنا پڑے گا۔ یہاں دو وقت دال روٹی مل جاتی ہے!"

○

خُدا حافظ

فسادات کے سبب شہر میں مسلسل کرفیو لگا دیا گیا تھا۔ چھ دن بعد جب کرفیو میں نرمی ہوئی تو لوگ ضروریاتِ زندگی کی تلاش میں گھروں سے نکل پڑے۔ ایک صاحب اپنے دروازے کی چوکھٹ پر کھڑے کھڑے بیوی کو پکارنے لگے:

"منے کی ماں! ارے بھئی سنتی ہو کہ نہیں؟ میرا بولا چالا معاف کر دینا! میں گھر سے باہر جا رہا ہوں!"

○

تحقیق

فرقہ وارانہ فسادات میں چشم دید واقعات کو دیکھ کر ایک صاحب کے دماغ پر کچھ اثر ہو گیا تھا۔ علاج کروانے پر وہ ٹھیک تو ہو گئے مگر پھر بھی کچھ اثرات ان کے دماغ پر باقی رہ گئے تھے۔

راکیش شرما کی علاج کی کامیابی کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے اور رازدارانہ انداز میں پوچھنے لگے:

"اچھا! ایک بات سچ سچ بتانا! وہاں فسادات تو نہیں ہوتے نا؟"

یقینِ کامل

کسی نے ایک نیم پاگل سے پوچھا :

"جب دنیا کے لوگ خلاء میں جا کر رہنا چاہیں گے تب آپ کہاں رہنا پسند کریں گے ؟ زمین پر یا خلاء میں ؟"

"میں تو زمین پر رہنا پسند کروں گا !"

"زمین پر کیوں ؟"

"کیونکہ اس وقت یہاں فسادات نہیں ہوں گے !"

"آپ کو کیسے یقین ہے کہ یہاں فسادات نہیں ہوں گے ؟"

"کیونکہ سارے جنونی تو خلاء میں جا کر رہ جائیں گے نا !"

○

اشک شوئی

"حکومت مجرموں کو معاف نہیں کریگی چاہے وہ کتنے ہی بڑے درجہ کا ہو"۔
"حکومت قاتل اور خونی کے لئے آہنی پنجہ استعمال کریگی!"
"حکومت فرقہ پرست عناصر کو سختی سے کچل دیگی!"
"حکومت مجرموں کے لئے عدالتی کارروائی کرے گی"
اخبارات میں ایسی سرخیاں دیکھ کر ہمارے لبوں پر بیکیتا شبنم کا یہ شعر آجاتا ہے ؎

وعدے تو بہت دیکھے ہیں سرکار کے ہم نے
سانچے میں عمل کے انھیں ڈھلتے نہیں دیکھا

○

اوقاتِ کار

مقامی اخبار "رہنمائے دکن" میں چھپی ایک تصویر کے نیچے لکھا تھا:
" مجلس بلدیہ حیدر آباد کی جانب سے کرفیو کے دوران چار مینار تا پتھر گٹی سڑک کی تعمیر و مرمت کا کام"
تصویر دیکھ کر ایک بزرگ بولے
"برسوں بعد آج ہمیں بلدیہ کے اوقات کار کا پتہ چلا!"

○

راہِ فرار

"پولیس نے مقام واردات پر ہی اشرار کو گولی کیوں نہیں مار دی! خاطیوں کو سزا مل جاتی اور دوسروں کو بھی عبرت ہوتی!" اس نے ہوائی فائرنگ کیوں کی؟"

"تاکہ اشرار بھاگ جائیں! بے چارے پولیس والوں کی بھی تو آخر جان ہوتی ہے!"

دودھ کا جلا

مقامی اخبار میں خبر تھی!

"جمعہ، ۲/جولائی کی رات پولیس جوتوں سمیت مکہ مسجد میں داخل ہوئی۔ داخلے کے لئے چھوٹے دروازے کو توڑ دیا۔ ستّر سالہ موذن کو گرفتار کرلیا۔ مکہ مسجد کے مہتمم کے اجلاس کو کھلوا کر تلاشی لی مگر کوئی قابل اعتراض اشیاء پولیس کو دستیاب نہ ہو سکیں۔"

اس خبر کو پڑھکر حکومت اور پولیس کے اس رویہ کی مذمت کی جانے لگی۔

ایک جہاندیدہ بزرگ بولے:

"غم و غصہ کا اظہار بیکار ہے۔ گولڈن ٹمپل کے تلخ تجربے نے سب کے حواس معطل کر دیئے ہیں!"

○

مشورہ

"پچپن سال کی عمر ہو جانے سے وظیفہ پر علٰحدہ کر دیا گیا، گھر بار کی ذمہ داریاں، بڑھتی ہوئی مہنگائی، بچوں کی تعلیم، لڑکیوں کی شادیاں!
میرا تو دماغ ہی خراب ہو گیا ہے، زندگی سے بیزار ہو گیا ہوں،
جی چاہتا ہے خودکشی کر لوں!"
"خودکشی کر کے کیوں دین و دنیا خراب کرتے ہو؟
مرنا ہی چاہتے ہو نا ——— تو حیدرآباد شہر کیوں نہیں چلے جاتے۔"

○

تیرہ دن بعد جب دن کا کرفیو برخواست ہوا تو محلہ کا حجّام یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کی چھوٹی سی دکان قفل ٹوٹا ہوا ہے۔ اس کی حیرانی تب اور بڑھ گئی جب اس نے میز پر اپنے گمشدہ دو استرے بھی رکھے ہوئے پائے جو فسادات سے ٹھیک ایک دن پہلے دکان سے غائب ہو گئے تھے۔ ان کے ساتھ ایک پرچہ بھی تھا جس پر لکھا تھا:

"تمہارے استرے ہمارے بہت کام آئے ۔۔۔۔۔ شکریہ"

اندیشہ

"او ننّھے کے بابا! سنتے ہو کہ نہیں؟ بازار جا کر جلدی سے سودا لا دو، ورنہ ناشتہ بننے میں دیر ہو جائے گی!"

"او ننّھے کی ماں! کیوں میری جان کی دشمن بن گئی ہو؟ ارے بھئی آج کا اخبار تو آنے دو پڑھوں گا تو باہر جاؤں گا! کسے پتہ شہر میں کرفیو نہ لگ گیا ہو!"

○

اِنعام

نئے شہر کی مشہور ہوٹل کے مالک ہر سال دس ہزار روپے خرچ کر کے گنیش وسرجن کے جلوسیوں کو ٹھنڈا پانی پلایا کرتے تھے۔ ۹ر ستمبر ۱۹۶۸ء کو جلوسیوں نے اُسی ہوٹل میں داخل ہو کر من مانی توڑ پھوڑ شروع کر دی۔

مالک اور ملازمین پریشان ہو گئے۔

"ارے! یہ کیا کر رہے ہیں آپ لوگ؟"

جواب ملا:

"ہر سال ٹھنڈا پانی پلانے کا انعام دے رہے ہیں!"

○

وجہ

۴ار ستمبر کے اخبار میں خبر تھی کہ رانچی بہار کے پاگل خانے سے تین سو پاگل ۴ر اور ۵ر ستمبر کو فرار ہو گئے۔ انھیں تلاش کرنے کے بعد دوبارہ پاگل خانہ واپس لالیا گیا ہے۔

اس خبر کو پڑھکر ایک صاحب بولے

"اب پتہ چلا کہ ۹ر ستمبر کو حیدرآباد شہر میں بدترین فسادات کیوں ہوتے رہے!"

○

نیا فقیر

فسادات میں فرقہ پرست عناصر نے نئے شہر کی کئی دکانیں تباہ و تاراج کردیں۔

سڑکوں پر بکھرا ہوا مال دیکھ کر ایک غریب آدمی کی نیت بدل گئی۔ رات کے کرفیو کے باوجود بکھرا مال سمیٹ کر بھاگنے لگا۔ طلایہ گردی میں مصروف فوج نے جب اس کو بورے کے ساتھ بھاگتے دیکھا تو احکام کے مطابق گولی چلادی۔ اتفاقاً وہ گولی سینے کے آر پار ہوگئی۔

پوسٹ مارٹم کے بعد جب لاش گھر لائی گئی تو ایک پڑوسی نے افسوس کے ساتھ کہا:

"ناتجربہ کاری کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے۔ اگر جلوسیوں کے ساتھ لوٹ مار میں حصہ لیتا تو آج پانچوں انگلیاں گھی میں ہوتیں!"

○

رقابت

"فوج یا پولیس کو دیکھتے ہی کُتّے کیوں بھونکنے لگتے ہیں؟"
"وہ نہیں چاہتے کہ کوئی دوسرا کُتّا ان کی گلی میں آجائے!"

○

قبرستان

"سکھ اقلیت نے اپنے حقوق کے لئے بھارت سرکار سے "خالصتان" کا مطالبہ کیا ہے۔ مسلم اقلیت اپنے حقوق کے لئے کیا مطالبہ کر سکتی ہے؟"

"مطالبہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بھارت سرکار خود انھیں "قبرستان" دے رہی ہے۔

○

مہمان

۱۶ ستمبر کے اخبار میں خبر تھی کہ ۹ ستمبر کو آتشزنی کی متعدد وارداتوں میں ملوث ایک شخص کو پولیس نے بیگم بازار کی ایک ہوٹل سے گرفتار کرلیا۔ اس شخص کا تعلق راجستھان سے ہے۔

اس خبر کو پڑھکر دونوں فرقوں کے امن پسند شہریوں کو غصہ آ گیا۔

"اس کو زندہ دفن کر دینا چاہیئے!"

"اس کو تو جلتی چتا میں زندہ جھونک دینا چاہیئے!"

ایک بزرگ بولے

"تم لوگوں کی بداخلاقی اور بدتمیزی کی بھی کوئی حد ہے؟ بھلا گھر بلائے گئے مہمان سے کوئی اس طرح کا سلوک کرتا ہے؟"

○

کارکردگی

"پولیس اور فوج نے اشرار کو مقامِ واردات پر ہی رنگے ہاتھوں کیوں نہیں پکڑلیا' جواب ڈھونڈ ڈھونڈ کر گرفتاریاں کر رہی ہے!"

"آخر پولیس کی کارکردگی کا پتہ کیسے چلے گا؟"

زخموں پر نمک

دواخانہ عثمانیہ میں بلالحاظ مذہب و ملت زخمیوں میں میوہ جات کی تقسیم کی گئی۔ ایک زخمی [illegible] کارکن پارٹی کو پھل "شکریہ" کے ساتھ واپس کردیئے۔ وجہ دریافت کی گئی تو زخمی خاموش رہا، مگر زخمی کے تیماردار نے بتایا:

"ان کی میوہ جات کی دکان تھی جس کو غنڈوں نے لوٹ کر آگ لگادی!"

○

اثاثہ

بی بی سی کے نامہ نگار مارک ٹیلی نے برطانوی دور کے لارڈ میکالے
پولیس ایکٹ ۱۸۸۵ء کے تعلق سے ڈائرکٹر جنرل پولیس سے کہا:
"برطانیہ نے ہندستان میں بعض اچھی چیزیں چھوڑی ہیں"
ڈی جی پی کو شاید یہ کہنا یاد نہ رہا کہ:
"ان اچھی چیزوں میں "ہندو مسلم فساد" سرِ فہرست ہے!"

○

قناعت پسند

فسادات میں آتشزنی کی واردات میں فائر سروس کا عملہ تیزی سے آگ بجھانے میں مصروف تھا۔ ایک دکان چاروں طرف سے جل رہی تھی اور اس کے وسط میں ایک آدمی جھلسی ہوئی حالت میں نیم بے ہوش پڑا تھا۔ فائر سروس کے آدمیوں نے اپنی جان پر کھیل کر اس کو بچایا۔ مگر جیسے ہی اُسے ہوش آیا وہ اٹھ کر پھر آگ کی طرف بھاگنے لگا۔ لوگوں نے اس کو پکڑ لیا۔

"یہ کیا کرتے ہو؟ کیا پاگل ہو گئے ہو؟"

"ہاں ہاں ـــــ میں پاگل ہو گیا ہوں!" زخمی نے کرب کے ساتھ کہا "ایک بار فساد دیکھ لیا۔ بس ـــــ! اب دوبارہ دیکھنے کی خواہش نہیں ہے!"

○

نعمت

فسادات کی ایک رات متاثرہ علاقہ سے ایک عورت عثمانیہ دواخانہ لائی گئی جو مسلسل قہقہے لگا رہی تھی۔

ڈاکٹر نے پوچھا "کیا ہوا انھیں ؟"

ساتھ آنے والے آدمی نے بتایا

" اشرار کی چیخ و پکار سے خوف زدہ ہو کر اپنا دماغی توازن کھو بیٹھی ہیں !"

ایک زخمی جو وہاں موجود تھا حسرت سے بولا

" کاش ! یہ بے نیازی کی نعمت مجھے مل جاتی ۔"

وال پینٹ

ایک فرقے کے دو گھروں پر ایک سو پچاس شرپسندوں نے جو مہلک ہتھیاروں سے لیس تھے حملہ کر کے گھر والوں کو اندھا دھند زخمی کر دیا۔ دونوں گھروں کی دیواریں خون کے فوارے اڑنے سے جا بجا لال ہو گئیں تھیں اور فرش پر بھی خون بہہ رہا تھا۔ شرپسند تو اپنا کام کر کے فرار ہو گئے مگر جو گھر والے زندہ بچ گئے تھے وہ رونے پیٹنے میں مصروف ہو گئے۔

اب ان نادانوں کو کون سمجھائے کہ رونے کے لئے تو عمر پڑی ہے۔ دیواروں پر جا بجا خون کے دھبے کیا اچھے لگتے ہیں؟ بہتے خون سے دیواریں ہی پینٹ کر لیں۔ آج کل وال پینٹ بھی کس قدر مہنگا ہو گیا ہے!

○

اینٹ کا جواب

ایک محلے میں ایک فرقہ کے صرف پانچ ہی گھر تھے۔ فسادات کے دنوں دوسرے فرقہ کے لوگ ان پانچ گھروں کی حفاظت دل وجان سے کر رہے تھے کہ محلے کی نیک نامی متاثر نہ ہو۔ مگر شرپسندوں کو یہ بھائی چارگی پسند نہ آئی۔ انھوں نے سازش کرکے ان پانچ گھر والوں کے خون سے ہولی کھیلی اور فرار ہوگئے۔

دوسری رات انتقامی کارروائی کرنے والوں نے ان پانچ گھروں کے بدلے بیس گھروں پر حملہ کیا اور اپنا کام کرکے فرار ہوگئے۔

تعارف

نئے شہر میں چاقو زنی، لوٹ مار، آتش زنی اور سنگ باری ہونے کی خبریں
اخبار میں آئیں تو پرانے شہر کے ایک دل جلے نے کہا :
"پرانے شہر کے لوگوں کو جاہل، غنڈہ اور فسادی کہنے دسمجھنے والے
مخملی نوابوں کو اب پتہ چلا ہو گا کہ
فساد کس کو کہتے ہیں ؟"

○

قالین کے شیر

"یہہ کیسا انصاف ہے، چاقوزنی، لوٹ مار اور آتشزنی کے حادثات تو نئے شہر میں ہوئے وہاں تو صرف رات کا کرفیو ہے اور پرانے شہر میں غیر معینہ مدت کا کرفیو ہے، آخر ایسا کیوں؟"

"قالین کے شیروں کو پنجرے کی ضرورت نہیں ہوتی!"

○

حفظِ ماتقدم

کرفیو میں نرمی کے دوران چند دوست اپنی اپنی پریشانیاں سنا رہے تھے۔
ایک دوست خاموش بیٹھا سن رہا تھا جب اس سے پوچھا گیا تو بولا "اس بار تو بڑے مزے میں گزری، پکاتے رہے کھاتے رہے، گپ شپ کرتے رہے، کارڈز کھیلتے رہے اور رات ٹی وی دیکھتے رہے!"

"تم کو سب چیزیں آسانی سے ملیں؟" ایک نے پوچھ ہی لیا
"ارے ملیں کہاں؛ وہ تو میں نے پہلے ہی اسٹور کرلیں تھیں!"
"کیا؟" سب کو تعجب تھا "پہلے ہی اسٹور کرلیں تھیں؟"
"اسٹور نہ کرتا تو کیا کرتا؟" وہ ناراضگی سے بولا
"پچھلے فسادات کی طرح بھوکوں مرتا؟"

شاک (SHOCK)

نئے شہر کی تقریباً دو سو دکانوں کو بلوائیوں نے تباہ و تاراج کر دیا تھا۔ بارہ دن بعد جب پرانے شہر میں کرفیو میں تین گھنٹوں کی نرمی ہوئی تو پرانے شہر کے لوگ نئے شہر کی "خیریت" جاننے دوڑ پڑے۔ ایک مشہور تاجر پاچہ کی دکان، جو تباہی کے بعد بڑی سرعت سے سجادی گئی تھی اس کو دیکھ کر ایک صاحب حیرانی سے بولے :

"ارے! اس دکان کو دیکھ کر تو مجھے یکدم شاک سا ہوا! ایسا لگتا ہے جیسے اسے دھکا تک نہ لگا ہو!"

عادت

"دن کا کرفیو برخاست ہو کر چار دن ہو گئے یار! مگر تم آفس نہیں آئے! خیریت؟ کوئی خاص بات تھی؟"

"نہیں دوست! کچھ خاص نہیں! پندرہ دن گھر میں بند بیٹھے تھے نا ـــــ بس وہی عادت پڑ گئی تھی!"

○

حل

"آخر ان فرقہ وارانہ فسادات کی لعنت ملک سے کیسے ختم کی جاسکتی ہے؟"

"جب حقیقی اشرار کو عوام کے سامنے گولی مار دی جائے!"

○

مدد

"آخر ان فسادات کی روک تھام کیسے کی جائے!"

"ظالم کی مدد کر کے!"

"ظالم کی مدد؟ کیا بکتے ہو؟"

"بکتا نہیں! سچ کہتا ہوں، کیا ہم ظالم کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر اس کو ظلم سے نہیں روک سکتے؟"

○

کباب میں ہڈی

"جب بھی ہمارے ملک میں تیوہار یا عیدیں آتی ہیں سارا مزہ
رکِرکِرا ہو جاتا ہے۔ یہ کم بخت فسادات
کباب میں ہڈی کی طرح آجاتے ہیں۔"
"کباب میں سے ہڈی نکال کر پھینک دو!"

○

"باس! کچھ خبر بھی ہے آپکو؟ شہر میں تیزی سے امن و سکون ہوتا جارہا ہے۔ وہی بھائی چارگی کے نظارے' نظر آرہے ہیں' اتنے دنوں کی بھاگ دوڑ اور محنت پانی میں چلی گئی ـــــ بدنامی الگ ـــــ ہوئی!"

"تو سچ کہتا ہے' ہمیں پہلے ہی سوچنا چاہیئے تھا کہ پانی میں لکڑی مارنے سے پانی جدا نہیں ہوجاتا۔"

○

ہم

امن پسند جلوس فلک شگاف نعرے لگا رہے تھے :

"ہم غنڈہ گردی کو کچل دیں گے"

"ہم قاتلوں کو معاف نہیں کریں گے!"

"ہم ملک سے فرقہ پرستی کو ختم کر کے رہیں گے!!"

ایک فرقہ پرست نے جلوس کو دیکھا تو اپنے ساتھی سے پوچھا

"ارے! یہ کون ہیں؟"

"یہ لوگ؟ یہ ہم ہیں استاد ہم!"

"بیوقوف! یہ "ہم ہم" کی رٹ کیا لگا رکھی ہے، ان کا نام کیا ہے؟"

"ان کا نام "ہم" ہے استاد ——— یعنی ہ سے ہندو اور م سے مسلم!"

○